لمحة عن الفرق الضالة

گمراہ فرقوں کا مختصر تعارف

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

ترجمہ

طارق علی بروہی

انتباہ

© حقوق محفوظ منہج السلف ڈاٹ کام ۲۰۱۱

www.manhajussalaf.com

اہم نوٹ

کتاب ھذا ایک آن لائن کتاب ہے جو ویب سائٹ منہج السلف ڈاٹ کام کے لئے شائع کی گئی ہے۔اس کتاب کو خصوصی طور پر انٹرنیٹ پر رکھنے کے لئے مرتب کیا گیا تاکہ اس کی با آسانی نشر واشاعت ہو سکے۔ فی الوقت ہمارے علم کے مطابق اس سے پہلے یہ ترجمہ و ترتیب اس کی اصل عربی/انگریزی سے کہیں اور موجود نہیں۔چونکہ اس کتاب کو مفت آن لائن تقسیم کے لئے جاری کیا جارہا ہے لہذا اس کی ذاتی یا تبلیغی مقاصد کے لئے پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذریعہ سے محض اس کے مندرجات نشر کرنے کی اجازت مرحمت کی جاتی ہے لیکن اسے منافع کمانے کے لئے چھاپنے (پبلش) کرنے کی اجازت نہیں الا یہ کہ اصل پبلیشرز سے پیشگی اجازت طلب کی جائے اور اس کی اجازت دے دی جائے۔



نام کتاب	:	گمراہ فرقوں کا مختصر تعارف
مؤلف	:	فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ
ترجمہ	:	طارق علی بروہی
صفحات	:	۴۲
ناشر	:	منہج السلف ڈاٹ کام

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرقوں اور ان کے مذہب کے بارے میں بات کرنے کی غرض وغایت

الحمدللہ رب العالمین، وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد: فرقوں کے بارے میں بیان کرنا محض تاریخ نویسی نہیں کہ جس کا مقصد فرقوں کے بارے میں صرف معلومات حاصل کرنا ہو۔ جیسا کہ تاریخی واقعات کے بارے میں پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ فرقوں کے بارے میں جاننا اس سے بڑھ کر اہمیت اور اس سے اعلی مقصد کا حامل ہے اور وہ یہ کہ ان فرقوں کے شر اور ان کی بدعات سے بچا جائے اور فرقہ اہل سنت والجماعت کو لازم پکڑنے پر ابھارا جائے۔

مخالف وگمراہ فرقوں کو بدعات وگمراہیوں کو ترک کرنا محض ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو ان کے بارے میں جاننے اور فرقۂ ناجیہ (نجات پانے والے فرقے) کے بارے میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہی ممکن ہے۔

یہ جانا جائے کہ اہل سنت والجماعت کہ جن کے ساتھ ہونا ہر مسلمان پر واجب ہے کون ہیں ان کے کیا اوصاف ہیں؟ اور ان کے مخالف فرقے کونسے ہیں؟

ان کے کیا مذاہب اور کیا شبہات ہیں؟ تاکہ ان سے خبردار رہ کر بچا جا سکے۔

کیونکہ "من لا یعرف الشر یوشك ان یقع فیه" (جو شر کو نہیں جانتا قریب ہے کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے)۔ جیسا کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟، قَالَ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟، قَالَ: نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ، قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟، قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي، وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ، فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟، قَالَ: نَعَمْ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: نَعَمْ، قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟، قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ، فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟، قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ

شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ"[1] (لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے جبکہ میں آپ ﷺ سے شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں میں ان میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم جاہلیت اور شر میں زندگی بسر کر رہے تھے تو اللہ تعالی اس خیر (اسلام) کو لے لیا، پس کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پھر عرض کی: کیا پھر اس شر کے بعد دوبارہ سے خیر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اور اس میں دخن (دھواں) ہوگا (جس میں چیزیں واضح نظر نہیں آتیں)۔ میں نے کہا: اس کا دخن کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری سنت کے خلاف سنت اپنائیں گے اور میرے طریقے کے خلاف طریقے اپنائیں گے، کچھ باتوں کو تم معروف پاؤ گے اور کچھ کو منکر۔ میں نے پھر دریافت کیا کہ: کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، جہنم کے دروازوں کے طرف بلانے والے داعیان ہوں گے، جو بھی ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اسے جہنم رسید کروادیں گے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے لیے ان کے اوصاف بیان کریں۔ فرمایا: ہاں، وہ ہماری ہی نسل سے، ہماری ہی بولی بولنے والے لوگ ہوں گے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اگر میں انہیں پالوں تو مجھے آپ ﷺ کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا۔ میں نے کہا: اگر ان کی نہ جماعت ہو اور نہ ہی کوئی امام؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر ان تمام فرقوں کو چھوڑ دینا اگرچہ تجھے درختوں کی جڑیں چبا کر ہی گزارا کیوں نہ کرنا پڑے یہاں تک کہ تجھے موت آجائے اور تو اسی منہج پر ہو)

لہذا فرقوں کے مذاہب اور ان کے شبہات اور ساتھ ہی فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت اور ان کے منہج کی معرفت حاصل کرنے میں ایک مسلمان کے لیے خیرِ کثیر موجود ہے۔ کیونکہ ان گمراہ فرقوں کے پاس شبہات اور دھوکے میں ڈالنے والی گمراہیاں ہوتی ہیں، جن دعوتوں کے دام فریب میں جاہل لوگ

---

[1] البخاری المناقب (۳۴۱۱)، مسلم الامارة (۱۸۴۷)، ابو داود الفتن والملاحم (۴۲۴۴)، ابن ماجه الفتن (۳۹۷۹)، احمد (۴۰۶/۵)۔ رواه البخاری (فتح الباری) برقم (۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۷۰۸۴)، ومسم فی (صحیحه) ایضا برقم (۱۸۴۷، واحمد مطولا بلفظ مخالف (۳۸۶/۵، ۴۰۳)، ومختصرا بلفظ مختلف (۴۴/۵)، وابوداود السجستانی (۴۲۴۴)، ولفظ مختلف: برقم (۴۲۴۶)، والنسائی فی (الکبری) (۱۷/۵، ۱۸)، وابن ماجه برقم (۴۰۷۲، ۴۰۲۹)، وابوداود الطیالسی فی (مسنده) برقم (۴۴۲)، وبلفظ مختلف: (۴۴۳، ص ۵۹)، وابوعوانة فی (الصحیح المسند) (۴۷۴/۴ و۴۷۵)، وعبدالرزاق فی (مصنفه) برقم (۲۰۷۱۱)، (۳۴۱/۱۱)، وابن ابی شیبة فی (کتاب الفتن)برقم (۲۴۴۹ و۸۹۶۰) (۱۸۹۶۹ و۱۸۹۸۰)، والحاکم فی (مستدرکه (۴۳۲/۴) وصحح اسناده، ووافقه الذهبی)۔

آکر فریب خوردہ ہو جاتے ہیں، اور ان گمراہ دعوتوں (جماعتوں) کی طرف انتساب کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ حذیفہ رضی اللہ عنہ میں فرمایا: (کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، جہنم کے دروازوں کے طرف بلانے والے داعیان ہوں گے، جو بھی ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اسے جہنم رسید کروادیں گے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے لیے ان کے اوصاف بیان کریں۔ فرمایا: ہاں، وہ ہماری ہی نسل سے، ہماری ہی بولی بولنے والے لوگ ہوں گے)

پس (جب ہم ہی میں سے ہوں گے تو پہچان کے اعتبار سے) شدید خطرہ ہے۔ چناچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ایک دن وعظ فرمایا جیسا کہ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: "فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا۔ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"[1] (آپ ﷺ نے ہمیں ایک بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل دھل گئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ گویا کہ یہ کسی الوداع کہنے والے کا وعظ لگ رہا ہے پس آپ ﷺ ہمیں کوئی وصیت کیجئے۔ فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی اور (اپنے حکمرانوں کی) سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تم پر کسی غلام ہی کو حاکم کیوں نہ بنادیا جائے۔ کیونکہ تم میں سے جو زیادہ عرصہ زندہ رہا تو وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اس سے تمسک اختیار کرنا، اور اسے اپنے جبڑوں سے مضبوطی سے جکڑے رہنا۔ اور دین میں نئے نئے کاموں سے بچنا، کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے)

پس آپ ﷺ نے خبر دی کہ عنقریب اختلاف و تفرقہ ہوگا جس میں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنے کی وصیت فرمائی اور ساتھ ہی سنت رسول ﷺ سے تمسک کرنے اور اس کے

---

[1] الترمذی العلم (٢٦٧٦)، ابو داود السنة (٤٦٠٧)، وابن ماجہ المقدمة (٤٢)، احمد (١٢٦/٤)، الدارمی المقدمة (٩٥)۔

مخالف جو بھی اقوال، افکار و گمراہ مذاہب ہوں انہیں ترک کرنے کی وصیت فرمائی۔ اللہ تعالی نے بھی اجتماع (اتحاد) واپنی کتاب سے اعتصام (مضبوطی سے پکڑنے) کا حکم فرمایا ہے اور تفرقہ بازی سے منع فرمای ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

(تم سب مل کر اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ نہ کرو، اللہ تعالی کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں باہم الفت ڈال دی، اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم تو جہنم کے گھڑے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے لیکن اللہ تعالی نے تمہیں اس سے بچالیا، اسی طرح سے اللہ تعالی تمہیں اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ)

اس آیت سے لے کر یہاں تک کہ:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۰۵) يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ (آل عمران: ۱۰۵-۱۰۶)

(اور کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اختلاف کیا اور تفرقہ بازی کی حالانکہ ان کے پاس واضح آیات ونشانیاں آچکی تھیں، ایسوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن بعض چہرے منور ہوں گے تو بعض روسیاہ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''تبيض وجوه اهل السنة والجماعة، وتسود وجوه اهل البدعة والفرقة''[1] (اہل سنت والجماعت کے چہرے منور ہوں گے اور اہل بدعت وفرقہ پرستوں کے چہرے سیاہ ہوں گے)

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

---

[1] ذکرہ البغوی فی (تفسیرہ) (۸۷/۲)، وابن کثیر (۸۷/۲)، طبعۃ الاندلس۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

(الانعام: ۱۵۹)

(بے شک جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ کیا اور مختلف جماعتیں بن گئے تمہیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے، ان کا معاملہ تو اللہ تعالی کے پاس ہے پھر وہ انہیں جتادے گا جو حرکتیں وہ کیا کرتے تھے)

پس دین تو ایک ہے اور وہ وہی ہے جو کہ محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے۔ اس میں کسی قسم کی مختلف دینی و مذہبی تقسیم کی گنجائش نہیں۔ بلکہ دین تو واحد ایک ہے اور وہ اللہ تعالی کا وہ دین برحق ہے جس پر اس کے رسول ﷺ اپنی امت کو چھوڑ گئے تھے۔ کیونکہ (حدیث کے مطابق) آپ ﷺ تو اپنی امت کو ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑ گئے تھے کہ جس کی راتیں بھی اس کے دن کی طرح روشن ہیں کہ جس سے منحرف نہیں ہوتا مگر وہی جو ہلاکت میں پڑنے والا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَبَدًا ، كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي"[1] (میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم ان سے تمسک اختیار کروگے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے: کتاب اللہ اور میری سنت)

تفرقہ کی مذمت اور اجتماع واتحاد کی تعریف

کتاب عزیز میں تفرقہ کا ذکر ہمیشہ بطور مذمت آیا ہے جس پر وعید ہے اور حق وہدایت پر ہونے والے اجتماع کا ذکر ہمیشہ بطور محمود آیا ہے کہ جس پر اجر عظیم کا وعدہ ہے، کیونکہ اس میں بہت سے مصالح عاجلہ وآجلہ (جلد یا بدیر ملنے والے فوائد ومصلحتیں) پوشیدہ ہیں۔

سنت میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث جماعت کو لازم پکڑنے کے بارے میں آئی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً ، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً ، قَالُوا : وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ : مَا أَنَا

[1] رواہ مالک فی (الموطا) ص ٦٤٨، رقم الحدیث (١٦١٩)، والحاکم فی (المستدرک) (٩٣/١) موصلا عن ابی ھریرة۔ ورواہ مطولا دون لفظة وسنتي: مسلم برقم (١٢١٨)، وابوداود برقم (١٩٠٩)، وابن ماجة برقم (٣١١٠)، من حدیث جابر بن عبداللہ وفیہ صفة حجة النبي وخطبتہ بھم۔

عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي"[1] (بنی اسرائیل بہتر (۷۲) ملتوں (فرقوں) میں بٹ گئے اور میری یہ امت تہتر ملتوں میں بٹ جائے گی۔ سب کے سب جہنم واصل ہوں گے سوائے ایک ملت کے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ وہ کونسا ہوگا؟ فرمایا: جس چیز پر آج میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں)

پس آپ ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں خبر دی کہ اس امت میں لازماً تفرقہ ہو جائے گا، اور آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتے وہ تو وحی الہی ہوتی ہے جسے آپ ﷺ بیان کرتے ہیں۔ لہذا جو کچھ آپ ﷺ نے بیان فرمادیا وہ لازماً ہو کر رہے گا۔

اور یہ خبر بمعنی نہی کے ہے یعنی خبر تو دی ہے تفرقہ ہوگا لیکن ہمیں خود تفرقہ کرنا نہیں ہے مگر ایسا لامحالہ ہو جائے گا، اور اس حدیث میں اس تفرقہ سے منع فرمایا گیا ہے اور خبردار کیا گیا ہے، اسی لیے فرمایا: "كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً" (سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے)

اور جب آپ ﷺ سے اس ایک نجات پانے والے کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون ہوں گے؟ تو فرمایا: "مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي" (وہ جو اس چیز پر قائم ہوں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں)

چنانچہ جو اسی دین پر قائم رہا جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے تو وہ جہنم سے نجات پانے والے فرقے میں شمار ہوگا۔ اور جو ان سے اختلاف کرے گا تو اس کے لیے اسی قدر جہنم کی وعید ہے جس قدر وہ حق سے دور ہوگا۔ یعنی اگر اس کا فرقہ کفر وارتداد پر مبنی ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنمی ہوگا اور اگر اس کا فرقہ گمراہی میں اس سے کچھ کم تر ہوگا تو اسے بھی جہنم کی وعید ہے البتہ وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا جب تک اس کا فرقہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ مگر بہر حال اس کے لیے شدید وعید تو پھر بھی قائم ہے اور اس شدید وعید سے ان تہتر فرقوں میں سے سوائے ایک فرقے کے اور کوئی نجات نہیں پاسکتا اور اس فرقۂ ناجیہ کی یہی پہچان ہے کہ "مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي" (وہ جو اس چیز پر قائم

---

[1] اخرجہ الترمذی الایمان (۲۶۴۱)، واللالکائی فی (شرح اعتقاد اهل السنة) برقم (۱۴۷)، والآجری فی (الشریعة) ص ۱۵، والمروزی فی (السنة) ص ۱۸، وابن بطة فی (الابانة الکبری) برقم (۲۶۴، ۲۶۵) من حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔

ہوں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں)اور یہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، منہج سلیم وروشن منزل ہے۔

یہی وہ راہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام گامزن رہے، اسی لیے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (التوبة: ١٠٠)

(مہاجرین وانصار میں سے ایمان میں سبقت لے جانے والے اولین لوگ اور جنہوں نے بطور احسن ان کی اتباع کی اللہ تعالی ان سے راضی اور وہ اللہ تعالی سے راضی)

فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ (اور جنہوں نے بطور احسن ان کی اتباع کی) یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس امت میں بعد میں آنے والے آخری لوگوں سے بھی یہی مطلوب ہے کہ وہ مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین کا منہج اختیار کریں۔ یہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج ہے اور وہ منہج ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

لیکن جو سابقین اولین مہاجرین وانصار کے منہج کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ ﴿الضَّالِّينَ﴾ (گمراہوں) میں سے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (٦٩) ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللهِ وَكَفَى بِاللهِ عَلِيمًا﴾ (النساء: ٦٩-٧٠)

(اور جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ کتنے ہی خوب رفیق ہیں۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے خاص فضل ہے اور اللہ تعالی علم رکھنے کو کافی ہے)

جو کوئی بھی کسی بھی زمان ومکان میں اللہ تعالی واس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، چاہے وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہو یہ اس دنیا کا آخری مسلمان ہو۔ اگر وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزاری کررہا ہے تو وہ فرقۂ ناجیہ میں سے ہے یعنی ﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ

النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ (انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا، اور یہ کیا ہی خوب رفیق وساتھی ہیں)

لیکن جو اس منہج سے پیچھے رہے گا تو وہ اس وعدے کو حاصل نہیں کر سکتا اور کبھی بھی ان بہترین پاکباز رفیقوں کی رفاقت حاصل نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو اس کے بر خلاف ان کے مخالفین میں شمار ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم اس عظیم دعاء کو اپنی ہر نماز کی ہر رکعت میں بار بار دہراتے ہیں:

﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾

(الفاتحۃ: ٦-٧)

(اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دے۔ ان کی راہ کی جن پر تونے انعام فرمایا، نہ ان کی جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کی)

یہ ایک عظیم دعاء ہے جس کا سوال ہم اللہ تعالی سے اپنی نماز کی ہر رکعت میں کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس راہ کی ہدایت دے اس پر چلائے جن پر اس کا انعام ہوا۔ اور وہ وہی راہ ہے جسے انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے اور ان کے سچے متبعین تا قیام قیامت جس پر چلتے رہے، اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلے کے آخری نبی ورسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جو قابل اتباع واطاعت ہیں اور جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیٔ آخری الزمان ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر تا قیام قیامت تمام انسانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی واپس آجائے تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی متبع وفرمانبردار ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي"[1] (اگر موسی علیہ الصلوۃ والسلام تمہارے درمیان حیات بھی ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا)

اور اللہ تعالی کے اس فرمان میں بھی اسی بات کا ذکر ہے:

---

[1] رواہ احمد (۳۳۸/۳، ۳۸۷) والدارمی برقم (۴۴۱)، والبزار برقم (۱۲۴)، من حدیث جابر بن عبداللہ۔ ومدار اسنادہ علی مجالد بن سعید۔

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ (۸۱) فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (۸۲) أَفَغَيْرَ دِينِ اللهِ يَبْغُونَ﴾

(آل عمران: ۸۱-۸۳)

(اور یاد کرو جب اللہ تعالی نے انبیاء کرام سے یہ پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطاء کروں اور پھر تمہارے پاس کوئی رسول آجائیں (یعنی محمد ﷺ) جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا کہ تم (اس عہد وپیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ تو جو اس کے بعد پھر جائیں وہ بدکردار ہیں۔ کیا یہ (کافر) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں؟!)

محمد ﷺ کی بعثت کے بعد سوائے اسلام کے کوئی دین برحق نہیں۔ جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا متلاشی ہوگا تو وہ اس سے ہرگز بھی قبول نہ کیا جائے گا اور بروز قیامت وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران: ۸۵)

(اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طالب ہوگا تو ہواس سے ہرگز بھی قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا)

﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحۃ: ۷)

(نہ ان کی راہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کی)

﴿الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ ہر وہ شخص جس کے پاس علم ہو مگر وہ اس پر عمل نہ کرے جیسے یہود اور دوسرے گمراہ علماء کہ جو حق کو پہچان لینے کے بعد بھی اسے ترک کردیتے ہیں محض اپنے خواہش نفس، اغراض اور شخصی منفعت کے پیش نظر۔ اس حق کو جانتے ہیں کہ جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے لیکن اس کی اتباع نہیں کرتے بلکہ اپنی اہوا، خواہشات ورغبتوں، یا ان کے جذبات جس طرف مائل ہوں یا

مذہبی طور پر جس کی طرف انتساب کرتے ہیں وغیرہ کی اتباع کرتے ہیں۔ ایسے لوگ مغضوب علیہم میں شمار ہوں گے کیونکہ انہوں نے بصیرت کے ہوتے ہوئے جانتے بوجھتے اللہ تعالی کی نافرمانی کی، پس اللہ تعالی نے ان پر اپنا غضب نازل فرمایا۔

﴿الضَّالِّينَ﴾ وہ ہیں جو بغیر علم کے ہی عمل کرتے ہیں۔ عبادت میں محنت کرتے ہیں لیکن سنت نبوی ﷺ کے مطابق نہیں جیسا کہ بدعتی و خرافی لوگ ہوتے ہیں کہ جو عبادت، زہد، نماز، روزہ بلکہ ایسی عبادتوں میں محنت کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ اور اپنے تئیں ایسی باتیں مقرر کرلی ہیں جو رسول اللہ ﷺ لے کر نہیں آئے۔ ایسے لوگ الضالوں یعنی گمراہ ہیں۔ ان کا عمل ان کے منہ پر مار دیا جائے گا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا، فَهُوَ رَدٌّ“[1] (جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود و ناقابل قبول ہے)

پس یہ لوگ ہیں جو "الضالوں" گمراہ ہیں جن میں سے نصرانی بھی ہیں اور ہر وہ شخص جو اللہ تعالی کی عبادت بر مبنیٔ جہالت و گمراہی کرے، اگرچہ اس کی نیت و قصد اچھا ہو۔ کیونکہ اعتبار محض مقاصد کا نہیں کیا جاتا بلکہ اصل اعتبار تو اتباع کا کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر عمل کی عند اللہ قبولیت اور ثواب ملنے کے لیے دو بنیادی شرائط ہیں۔

پہلی شرط: اللہ تعالی کے لیے اخلاص۔

دوسری شرط: رسول اللہ ﷺ کی اتباع۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

---

[1] رواہ احمد فی (مسندہ) (۱۴۶/۶، ۱۸۰، ۲۵۶)، رواہ البخاری بھذا اللفظ معلقا (۱۵۶/۸) فی کتاب (الاعتصام)، وسلم فی (صحیحہ) (۱۳۴۳/۳-۱۳۴۴) برقم (۱۷۱۸)، والبخاری موصولا فی (خلق افعال العباد) ص ۴۳، وابوعوانۃ (۱۸/۴-۱۹)، وابوداود الطیالسی فی (مسندہ) برقم (۱۴۲۲)، من حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ورواہ بلفظ: (من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد) ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں (جس کسی نے ہمارے اس دین میں ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے)۔ وابوداود برقم (۶۰۶۴)، وابن ماجہ برقم (۱۲)، وابوعوانۃ (۱۸/۴)، والبغوی فی(شرح السنۃ) برقم (۱۰۳)، وابن ابی عاصم فی (السنۃ) برقم (۵۲-۵۳)، والبیھقی (۱۱۹/۱۰)، والدارقطنی (۲۲۴/۴، ۲۲۵، ۲۲۷)، وابن بطۃ فی (الابانۃ الکبری) برقم (۱۴۸)، بلفظ: (من فعل فی امرنا مالایجوز فھو مردود) ایک اور روایت میں ہے کہ (جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسا فعل کیا جو جائز نہیں تو وہ مردود ہے) واحمد فی (مسندہ) (۱۷۳/۶) بلفظ: (من صنع امرا من غیر امرنا فھو مردود) ایک مزید روایت میں ہے کہ (جس کسی نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے کام (دین) سے ہٹ کر ہے تو وہ مردود ہے)

﴿بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

(البقرۃ: ۱۱۲)

(کیوں نہیں! جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالی کے لیے خم کر دیا اور وہ نیکو کار بھی ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے، اس پر نہ تو کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے)

اسلام الوجہ: (چہرہ کا اسلام یا اسے خم کرنا) یعنی اللہ تعالی کے لیے اخلاص۔

اور وہ محسن ہو احسان یعنی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالی نے ہمیں کتاب وسنت پر مجتمع رہنے کا حکم دیا ہے اور تفرقہ واختلاف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں کتاب وسنت پر مجتمع رہنے کا حکم اور تفرقہ واختلاف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ کتاب وسنت پر مجتمع رہنے میں ہماقسم کی جلد اور بادیر ملنے والی خیر وبھلائی پنہاں ہیں۔ اور تفرقہ سے منع اس لیے فرمایا کہ اس میں اجتماع کے برعکس جلد یا بادیر دنیا وآخرت میں پہنچنے والے نقصانات پنہاں ہیں۔

چناچہ یہ بات ہم سے شدید اہتمام کا تقاضہ کرتی ہے، کیونکہ جیسے جیسے زمانہ بڑھتا جائے گا قیامت کے قریب ہوتا جائے گا تو اس قسم کی دعوتیں، فرقے، مذاہب باطلہ اور مختلف جماعتوں کی کثرت ہوتی جائے گی۔ لیکن ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ دیکھے کہ جو بات کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لے چاہے جس کی طرف سے بھی آئی ہو اور خواہ کسی نے بھی کی ہو، کیونکہ حق تو مومن کا گمشدہ مال ہے وہ اسے جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے۔

البتہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو اسے ترک کر دے اگرچہ وہ اس کی جماعت سے یا جس کی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اس کی طرف سے آئی ہو، جب تک وہ کتاب وسنت کے مخالف ہے تو اسے ترک کرنا ہو گا۔ کیونکہ ہر انسان اپنی نجات چاہتا ہے نا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا۔

اس بارے میں کسی کی خوشامد نہیں چلے گی، کیونکہ یہ جنت وجہنم کا معاملہ ہے۔ لہذا کسی انسان کو کسی طور پر بھی خوشامد، تعصب یا ہوا نفس اس بات پر نہ ابھارے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے سوا کسی اور

طرف مائل ہو۔ کیونکہ اس طرح تو وہ اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچائے گا، اور اپنے آپ کو نجات سے راستے سے ہٹا کر ہلاکت کے راستے پر ڈال دے گا۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے والے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے خواہ تم ان کے ساتھ رہو یا ان کی مخالفت کرو۔ اگر تم ان کے ساتھ رہو گے تو الحمد للہ وہ اس سے خوش ہوں گے، کیونکہ وہ تو تمام لوگوں کے لیے خیر و بھلائی کے خواہاں ہیں، اور اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس حدیث میں فرمائی کہ: ''لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ''[1] (میری امت کا ایک چھوٹا سا گروہ حق پر قائم رہے گا، ان کا ساتھ چھوڑنے والا یا ان کی مخالفت کرنے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالی کا حکم (قیامت) آجائے اور یہ گروہ اسی حق پر قائم ہو گا) پس مخالفت کرنے والا اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اور اعتبار کثرتِ تعداد کا نہیں کیا جاتا بلکہ اصل اعتبار تو حق کی موافقت کا ہوتا ہے۔ اگرچہ حق پر لوگوں میں سے بہت قلیل تعداد ہی قائم ہو بلکہ کسی زمانے میں اگر حق پر محض ایک شخص ہی قائم ہو تو وہ جماعت ہے۔

جماعت کے لیے کثرت لازم نہیں۔ بلکہ جماعت تو وہ ہے جو حق کے موافق ہو، جو کتاب وسنت کے موافق ہو، اگرچہ اس پر چلنے والے بہت قلیل تعداد میں ہوں۔

البتہ اگر کبھی حق اور کثرت دونوں جمع ہو جائیں تو اس قوت پر اللہ تعالی کی تعریف و حمد ہے۔

لیکن اگر اکثریت حق کی مخالف ہو تو ہم پھر بھی حق ہی کی پیروی کرتے رہیں گے اگرچہ محض چند لوگ ہی اس کی پیروی کرتے ہوں۔

---

[1] اخرجہ بھذا اللفظ: مسلم برقم (١٩٢٠)، وابوداود برقم (۴٢۵٢)، وفیہ: لایضرھم من خالفھم۔ ابو داود کی روایت میں ہے کہ ان کی مخالفت کرنے والا انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اس روایت کے شروع میں بھی طویل اضافہ ہے۔ واخرجہ ایضا الترمذی برقم (٢٢٢٩)، مختصرا وصححہ، واخرجہ ابن ماجہ فی (المقدمۃ) برقم (١٠)، فی رقم (٣٩۵٢) مطولا، واخرجہ احمد (۵/٢٧٨) مطولا، وفی (۵/٢٧٩) مختصرا، وابوعوانۃ (۵/١٠٩)مختصرا، وابونعیم (١٩٢)، والبیھقی (٩/١٨١)، والحاکم (۴/۴۴٩) مطولا۔

جیسا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ اس امت میں تفرقہ واختلاف واقع ہوگا اور جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا اختلافات میں تاقیام قیامت اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔ تو یہ اللہ تعالی کی حکمت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے، اور ظاہر فرمادیتا ہے کہ کون واقعی حق کا طالب ہے اور کس پر اس کی خواہش نفس اور عصبیت حق کی مخالفت کے سلسلے میں اثر انداز ہوتی ہے:

﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (٢) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾ (العنکبوت: ٢-٣)

(کیا لوگوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ بس ہم کہیں کہ ہم ایمان لے آئیں ہیں اور ان کی آزمائش نہیں ہوگی۔ یقیناً ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا پس اس طور پر ضرور اللہ تعالی نے سچوں اور جھوٹوں کو معلوم کروادیا)

اور اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (١١٨) إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ (ھود: ١١٨-١١٩)

(یہ لوگ آپس میں ہمیشہ اختلاف کرتے ہی رہیں گے سوائے جن پر اللہ تعالی رحم فرمائے (تو وہ اختلاف سے بچ جائیں گے)۔ ہم نے اسی لیے انہیں پیدا کیا ہے، اور تیرے رب کی یہ بات پوری ہوگئی کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں دونوں سے بھر دوں گا)

پس یہ تفرقہ اور اختلاف اللہ تعالی کی طرف سے بطور آزمائش کے واقع ہوتا ہے ورنہ تو وہ اس بات پر قادر ہے کہ سب کو حق پر جمع فرمادے:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ﴾ (الانعام: ٣٥)

(اگر اللہ چاہے تو ان سب کو ہدایت پر جمع فرمادے)

وہ اس بات پر مکمل قادر ہے لیکن اس کی عظیم حکمت اس بات کی متقاضی ہے کہ کہ تفرقہ واختلاف کے وجود سے ان کی آزمائش کی جائے، تاکہ طالب حق اور طالب خواہش نفس وتعصب کی آپس میں تمیز ہوسکے۔

شروع سے لے کر اب تک علماء امت اپنی کتب میں جو ان کے بعد اب بھی باقی ہیں اس اختلاف سے منع کرتے آئے ہیں اور کتاب اللہ وسنت نبوی ﷺ سے تمسک اختیار کرنے کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔

جیسے آپ صحیح بخاری میں مثلاً پائیں گے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ (کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کے بارے میں کتاب)۔

اسی طرح سے کتبِ عقائد میں ہلاک ہونے والے گمراہ فرقوں اور نجات پانے والے فرقے کے بارے میں معلومات پائیں گے۔ جس میں سے سب سے اقرب چیز یہ شرح طحاویہ ہے جو ابھی آپ کے سامنے رکھی ہے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق تفرقہ واختلاف واقع ہو چکا ہے تو اس سے غرض حق وباطل کا بیان ہوتا ہے۔

ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اس وصیت پر عمل کریں جو ہمیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں فرمائی ہے: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِى" (تم میری اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے لازم پکڑو)

اس خطرے سے نجات سوائے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے تمسک اختیار کئے ممکن نہیں۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ نجات اتنی آسانی سے میسر آجائے گی بلکہ اس میں ضرور مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس میں صبر وثابت قدمی کی اشد ضرورت ہے ورنہ تو حق سے چمٹے رہنے والے کو خصوصاً آخری زمانے میں بہت مشقتیں سہنی پڑے گی۔ اور دین کو پکڑے رہنے والا گویا کہ اپنے ہاتھ میں انگارے کو پکڑے رہنے والے کی مانند ہوگا۔ جیسا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے[1]۔

[1] اخرجہ الترمذی برقم (۲۲۶۰)، وابن بطۃ فی (الابانۃ الکبری) برقم (۱۹۵) عن انس انہ قال: قال رسول اللہ ﷺ یاتی علی الناس زمان، الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر، (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اپنے دین پر صبر کرنے والا گویا کہ ہاتھ میں انگارہ پکڑنے والا ہوگا) وفیہ عمر بن شکر: ضعیف، کما فی (التقریب)۔ والحدیث حسنہ السیوطی، کما فی (الجامع الصغیر) برقم (۹۹۸۸)، واوردہ الالبانی فی (الصحیحۃ) برقم (۹۵۷) وصححہ، والمتمسکون بسنۃ الرسول والسائرون علی منھج السلف، یکونون غرباء فی آخر الزمان اور سنت رسول و منہج سلف سے تمسک اختیار کرنے والے آخری دور میں غرباء (اجنبی) ہوجائیں گے، (جاری ہے---)

اور ایک روایت میں ہے: "الَّذِينَ يُصْلِحُونَ إِذَا فَسَدَ النَّاسُ"[1] (جب لوگ بگڑ جائیں گے تو وہ ان کی اصلاح کریں گے)

مگر اس خوبی کو پانے کے لیے علم کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا علم پھر منہج سلف صالحین اور جس چیز پر وہ قائم تھے اس کا علم۔

ان سے تمسک اختیار کرنا اس راہ میں ملنے والی تکالیف پر صبر کا تقاضہ کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَالْعَصْرِ (۱) إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (۲) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۳)﴾ (العصر: ۱-۳)

(قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان خسارہ میں ہے، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اور حق کی وصیت اور صبر کی وصیت کرتے رہے)

﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (صبر کی وصیت کرتے رہے) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عنقریب جو ایمان لائے، نیک عمل کئے اور حق بات کی وصیت کی انہیں اس میں مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ عنقریب انہیں لوگوں کی جانب سے پریشانی، ملامت، ڈراوے، دھمکیاں بلکہ کبھی تو قتل و مار کٹائی بھی، لیکن وہ جب تک حق پر قائم ہیں اس پر صبر کو اپنائے رہیں اور ثابت قدم رہیں۔ اور اگر اس دوران انہیں معلوم ہو جائے کہ ان سے کوئی غلطی یا خطاء ہوئی ہے تو وہ فوراً حق کی جانب رجوع کر لیں، کیونکہ یہی تو ان کا اصل ہدف ہے۔

یہ تفرقہ ابتدائی ادوار سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور ہم اپنی اس تقریر میں ان فرقوں میں سے صرف چار پر بات کریں گے جو کہ تقریباً تمام دیگر فرقوں کی اصل جڑ ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دی: "فطوبى للغرباء الذين يصلحون ماافسد الناس من بعدی من سنتی" (غرباء کے لیے خوش خبری ہو کہ جو اس بگاڑ کی اصلاح کریں گے جو لوگوں نے میرے بعد میری سنت میں پیدا کردیا ہوگا)

[1] احمد (۴/۷۴)، اخرج الحدیث بھذا اللفظ الطبرانی فی (الکبیر) برقم (۷۶۵۹)، والآجری فی کتاب (الغرباء) برقم (۵)، من حدیث ابی الدرداء، وابی امامۃ، وواثلۃ بن الاسقع، وانس بن مالک رضی اللہ عنہم۔

پہلا فرقہ: القدریة

اس فرقہ کی ابتداء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں ہی ہو چکی تھی۔

القدریة: یعنی جو قدر (تقدیر) کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ اس کائنات میں ہو رہا ہے وہ اللہ تعالی کی قضاء وقدر سے نہیں ہو رہا بلکہ وہ تو ایک ایسا امر محدث (نیا رونما ہونے والا کام) ہے جسے بندے نے کیا ہے، نا کہ وہ پہلے سے اللہ تعالی کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔

پس انہوں نے ارکان ایمان میں سے چھٹے رکن کا انکار کر دیا۔

کیونکہ ارکان ایمان چھ ہیں: ١-اللہ تعالی پر ایمان، ٢-اس کے فرشتوں پر، ٣-اس کی کتابوں پر، ٤-اس کے رسولوں پر، ٥-یوم آخرت پر اور ٦-اچھی وبری تقدیر پر کہ یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔انہیں قدریہ بھی کہا جاتا ہے اور اس امت کے مجوسی بھی کہا جاتا ہے، کیوں؟ کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود خالق ہے، انسان کے اعمال اللہ تعالی کی تقدیر سے نہیں ہیں۔اس طور پر انہوں نے کائنات میں اللہ تعالی کے ساتھ ایک اور خالق کا وجود ثابت کیا جیسا کہ مجوس کا عقیدہ ہے دو خالقوں کا کہ ایک نور کا خدا ہے اور ایک اندھیرے کا خدا۔نور کا خدا خیر پیدا کرتا ہے اور اندھیرے کا خدا شر پیدا کرتا ہے۔

قدریہ تو مجوس سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے متعدد خالقوں کو ثابت کیا کیونکہ ان کے نزدیک تو ہر انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے، لہذا اس وجہ سے وہ اس امت کے مجوس کہلاتے ہیں۔

ان کے مدمقابل اور بالکل برعکس فرقہ الجبریة ہے جو یہ کہتے ہیں کہ: بندہ اپنے عمل پر مجبورِ محض ہے، اس کا اپنا کوئی فعل یا اختیار ہے ہی نہیں، وہ تو محض ایک پر کی طرح ہے کہ جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

انہیں جبریہ کہا جاتا ہے جو در حقیقت غالی قدریہ ہیں کہ جنہوں نے تقدیر کے اثبات میں غلو کیا اور بندے سے اختیار کو مکمل طور پر سلب کر لیا۔

پس پہلا فرقہ اس کے بالکل برعکس انسان کے اختیار میں غلو کر گیا یہاں تک کہ یہ کہہ دیا کہ بندہ خود مستقل طور پر اللہ تعالی سے ہٹ کر اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ تعالی اللہ عما یقولون۔

انہیں القدریۃ النفاۃ (تقدیر کی نفی میں غلو کرنے والے) بھی کہا جاتا ہے۔ انہی میں سے معتزلہ بھی ہیں اور جو ان کے منہج کی پیروی کرتے ہیں۔

تو یہ دو اقسام بنتی ہیں اس قدریہ فرقے کی:

۱- تقدیر کی نفی میں غلو کرنے والے (قدریہ)۔

۲- تقدیر کے اثبات میں غلو کرنے والے (جبریہ)۔

اور یہ قدریہ خود نجانے کئی فرقوں میں بٹ گئے کہ جنہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ جب انسان حق کو چھوڑتا ہے تو وہ گمراہی میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ اس فرقے سے نکلنے والا ہر چھوٹا گروہ اپنا الگ مذہب بنالیتا ہے اور پرانے فرقے سے الگ ہو جاتا ہے۔ یہی گمراہ لوگوں کا وطیرہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ گروہ در گروہ تقسیم ہوتے ہی چلے جاتے ہیں اور ہمیشہ ان کے نئے نئے اختلافی افکار و تصورات منظر عام پر آتے رہتے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہوتے ہیں۔

دوسری طرف اہل سنت والجماعت میں کسی قسم کا اضطراب واختلاف نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس منہج حق سے تمسک اختیار کیے رہتے ہیں جو اللہ تعالی کی طرف سے آیا ہے۔ پس وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں نتیجتاً ان میں افتراق واختلاف واقع نہیں ہوتا، کیونکہ وہ سب ایک ہی منہج کے پیروی کررہے ہوتے ہیں۔

دوسرا فرقہ: الخوارج

یہ وہ لوگ ہیں کہ جو حکمران وقت کے خلاف خروج کرتے ہیں، جو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں ظاہر ہوئے، اور جن کے خروج کے نتیجے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

پھر ان لوگوں کا شر وفساد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مزید بڑھ گیا اور انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی، ان کی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی، کیونکہ انہوں نے ان کے باطل مذہب میں ان کی

موافقت نہیں کی۔ اور وہ ہر اس شخص کو جو ان کے مذہب کی موافقت نہ کرے کافر کہتے ہیں، لہذا انہوں نے انسانوں میں سب سے افضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی، کیوں؟ کیونکہ انہوں نے ان کے کفر و گمراہی میں ان کی موافقت نہ کی۔

ان کا مذہب کیا ہے: یہ لوگ سنت و جماعت سے کوئی التزام نہیں کرتے، اور نہ ہی حکمران وقت کی اطاعت کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے خلاف خروج کو اپنی دین داری تصور کرتے ہیں۔ اور یہ کہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنا تختہ الٹنا ہی اقامت دین ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بالکل برعکس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کی اطاعت کی وصیت فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالی کے اس فرمان کے بھی برعکس:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ۵۹)

(اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالی کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور جو تمہارے حکمران ہیں ان کی بھی)

اللہ تعالی نے حکمرانوں کی اطاعت کو دین میں سے قرار دیا ہے اسی طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کی اطاعت کو دین میں سے قرار دیا ہے، فرمایا: ”أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا“[1] (میں تمہیں اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے اور حکمرانوں کی سننے اور اطاعت کرنے کی کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ تم پر کسی غلام ہی کو حاکم کیوں نہ بنا دیا جائے، کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زیادہ عرصہ زندہ رہا تو وہ بہت اختلاف دیکھے گا)

پس حکمرانوں کی اطاعت دین میں سے ہے۔۔۔ اور خوارج کہتے ہیں کہ: نہیں جی، ہم تو آزاد ہیں۔ یہی طریقہ ہے آجکل ہونے والے حکومت مخالف انقلابات کا۔

الغرض خوارج اپنی ان حرکتوں سے مسلمانوں میں تفریق، حکومت کے خلاف بغاوت، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی چاہتے ہیں۔ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا کافر ہے۔

---

[1] حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

کبیرہ گناہ کا مرتکب جیسے زانی، چور، شرابی وغیرہ ان کے نزدیک کافر ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا اعتدال پر مبنی عقیدہ ہے کہ کہ ایسا شخص "مسلم ناقص الایمان" (ناقص یا کمزور ایمان والا مسلمان)[1] ہے۔ یا اسے "الفاسق الملی" (ملت اسلامیہ میں باقی رہنے والا فاسق شخص) یا پھر "مؤمن بایمانه فاسق بکبیرته" (وہ اپنے ایمان کی وجہ سے مومن ہے اور اپنے کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے) کہتے ہیں۔ کیونکہ دائرہ اسلام سے صرف شرک یا معروف ومشہور نواقض اسلام میں سے کسی کے ارتکاب کے ذریعہ سے ہی نکالا جاسکتا ہے۔ لیکن شرک کے علاوہ دیگر معاصی وگناہ انسان کو اصل ایمان سے خارج نہیں کرتے اگرچہ کبیرہ گناہ ہی کیوں نہ ہوں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء: ۴۸)

(بے شک اللہ تعالی اس کے ساتھ شرک کیے جانے کو ہرگز بھی معاف نہیں فرماتے، اس کے علاوہ جو گناہ جس کے لیے چاہیں معاف فرمادیتے ہیں)

خوارج کہتے ہیں کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہے، اللہ تعالی اسے ہرگز بھی معاف نہیں فرمائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔ اور یہ جو کچھ کتاب اللہ میں آیا ہے اس کے خلاف ہے، سبب یہی ہے کہ ان کے پاس فقہ (دینی سمجھ بوجھ وعلم) نہیں۔ اس بات پر ذرا غور کریں کہ ان کا اتنی بڑی گمراہی میں مبتلا ہونے کا سبب یہی ہے کہ ان کے پاس فقہ نہیں۔ حالانکہ وہ ایسی جماعت ہیں کہ جو عبادت، نماز، روزہ اور تلاوت قرآن پاک وغیرہ میں انتہائی شدت ومحنت کرتے ہیں، اور ان کے یہاں شدید غیرت بھی پائی جاتی ہے لیکن دینی فقہ وصحیح سمجھ نہیں، اور واقعی یہ بہت بڑی آفت ہے۔

کیونکہ لازم ہے کہ عبادت، زہد، تقوی وورع میں اجتہاد وکوشش فقہ فی الدین وعلم کے ساتھ ہو۔

---

[1] اگرچہ وہ اس کبیرہ گناہ کو ہلکا جانتا ہوا کرے تو بھی کافر نہیں ہوگا جب تک وہ اسے حلال نہیں سمجھتا، برخلاف ان کے جو آجکل یہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب اگر اسے ہلکا جانتے ہوئے کرے تو وہ کفر اکبر کا مرتکب ہو کر ملت اسلامیہ سے خارج ہوگیا۔ یہ بھی عین خوارج کا ہی قول ہے، جیسا کہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے طائف میں سن ۱۴۱۵ھ میں اس سوال کے جواب میں یہی فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان کے اوصاف اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرمائے کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھو گے اور ان کی عبادت کے سامنے اپنی عبادت کو ہیچ تصور کرو گے، پھر فرمایا: ''يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ''[1] (وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے) اپنی عبادتوں کے باوجود، اپنی خیر وصلاح کے باوجود، اپنے قیام اللیل وتہجد کے باوجود۔ چونکہ ان کا عبادات میں محنت واجتہاد کرنا صحیح بنیادوں اور صحیح علم پر استوار نہیں تو وہ خود ان کے لیے اور امت کے لیے گمراہی، وبال وشر کا سبب بن گیا۔

کبھی بھی خوارج کے بارے میں یہ نہیں سنا گیا کہ وہ کافروں سے جہاد وقتال کررہے ہیں بلکہ ان کا تو کام ہی مسلمانوں کے خلاف جہاد وقتال کرنا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ''[2] (اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور اہل اوثان (بت پرستوں/کافروں) کو چھوڑ دیتے ہیں)

ہم خوارج کی پوری تاریخ میں نہیں جانتے کہ انہوں نے کبھی کفار ومشرکین کے خلاف قتال کیا ہو، بلکہ یہ تو ہمیشہ مسلمانوں ہی سے قتال کرتے ہیں: سیدنا عثمان، علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام اور جلیل القدر صحابہ کرام رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم کو قتل کیا، اور آج تک مسلمانوں ہی کو قتل کرتے چلے آرہے ہیں۔

اس کا سبب یہی ہے کہ اپنی تقوی وورع، عبادت ودین میں محنت کے باوجود دین سے جہالت اور ان تمام عبادات ومحنتوں کا علمِ صحیح کی اساس پر نہ ہونا، خود ان پر وبال بن گیا۔ اسی لیے علامہ ابن القیم رَحِمَهُ اللّٰهُ نے ان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] البخاری المناقب (۳۴۱۴)، مسلم الزکاۃ (۱۰۶۴)، النسائی الزکاۃ (۲۵۷۸)، ابو داود السنۃ (۴۷۶۴)، احمد (۵/۳)، جزء من حدیث طویل اخرجہ احمد (۷۳/۳)، والبخاری (۱۰۸/۴، ۱۷۸، ۱۷۹)، و(۱۱۰/۵، ۱۱۱، ۲۰۵) و(۱۱۵/۶) و(۱۱۱/۷) و(۵۲/۸، ۵۳، ۱۷۸)، ومسلم برقم (۱۰۶۴)، والنسائی برقم (۲۵۷۷، ۴۱۱۲)، وابوداود برقم (۴۷۶۴)، والطیالسی برقم (۲۲۳۴)، من حدیث ابی سعید۔۔ومن حدیث علی بن ابی طالب، البخاری (۱۷۹/۴) و(۱۴۴/۶، ۱۱۵) و (۵۱/۸، ۵۲) ومسلم برقم (۱۰۶۶)، وابوداود برقم (۴۷۶۷) والطیالسی برقم (۱۶۸)، والنسائی برقم (۴۱۱۳)، واحمد (۸۱/۱، ۱۱۳) ومن حدیث جابرعند احمد، ومسلم، والنسائی، وابن ماجہ، ومن حدیث سھل بن حنیف، عند: الشیخین، والنسائی۔ ومن حدیث ابن مسعود عند: احمد، والترمذی، وابن ماجہ، ومن حدیث برزۃ الاسلمی عند: احمد، والطیالسی، والنسائی، والحاکم۔ ومن حدیث ابی سعید وانس عند: احمد وابی داود، والحاکم فی (مستدرکہ)۔ ومن حدیث ابی بکرۃ عند: احمد، والطبرانی۔ ومن حدیث عامر بن وائلۃ عند: الطبرانی۔

[2] جزء من حدیث طویل، اخرجہ احمد (۶۸/۳، ۷۳)، ومختصرا (۷۲/۳)، والبخاری (۱۰۸/۴) و(۱۷۸/۸)، مختصرا، ومسلم برقم (۱۰۶۴)، والنسائی برقم (۲۵۷۷، ۴۱۱۲)، وابوداود برقم (۴۷۶۴)، والطیالسی برقم (۲۲۳۴)۔

ولھم نصوص قصروا فی فھمھا فاتو من التقصیر فی العرفان[1]

(ان کے پاس کچھ نصوص (دلائل) ہیں جن کے صحیح فہم سے وہ قاصر ہیں

پس وہ حقیقی علم وعرفان کو پانے میں تقصیر کا شکار ہیں)

وہ نصوص ودلائل سے استدلال تو کرتے ہیں لیکن انہیں اس کا صحیح فہم حاصل نہیں ہوتا۔ وہ کتاب وسنت میں گناہوں پر وعید وسزا کے دلائل سے استدلال کرتے ہیں مگر اس کا صحیح معنی نہیں سمجھتے۔ وہ دوسرے دلائل کی طرف رجوع نہیں کرتے کہ جن میں گناہ ہونے کے باوجود مغفرت کا وعدہ ہے اور شرک کے علاوہ گناہوں کی توبہ کا ذکر ہے۔ پس انہوں نے ایک طرف لے کر دوسری طرف کو بالکل چھوڑ دیا۔ یہی ان کی جہالت ہے۔

صرف دینی غیرت اور جذبہ کافی نہیں بلکہ لازم ہے کہ یہ صحیح علم اور فقہ فی الدین پر قائم ہوں۔ ضروری ہے کہ یہ غیرت وجذبہ علمِ صحیح کے نتیجے میں صادر ہوا ہو اور صحیح موقع محل پر ہوا ہو۔

دین کے بارے میں غیرت کرنا اور گرمجوشی دکھانا اچھی بات ہے لیکن لازم ہے کہ اسے اتباع کتاب وسنت کے ذریعہ کنڑول وقابو کیا جائے۔

تم دین کی غیرت میں اور مسلمانوں کی خیر خواہی چاہنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر تو نہیں ہو سکتے مگر اس کے باوجود انہوں نے خوارج کو قتل کیا ان کے عظیم خطرے اور شر کے باعث۔

ان سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے واقعۂ نہروان میں بہت ہی زبردست قتال فرمایا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے مصداق بنے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خوارج کو قتل کرنے والوں کو خیر اور جنت کی بشارت سنائی تھی۔ پس سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا اور اس نبوی بشارت کے مستحق قرار پائے[2]۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ

---

[1] نونیۃ ابن القیم المساۃ الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ ص ۹۷۔

[2] روی البخاری فی (صحیحہ) (۸/۵۱-۵۲)، ومسلم فی (صحیحہ)، رقم الحدیث (۱۰۶۶)، واحمد فی (مسندہ (۱/۱۱۳)، وابن ابی عاصم فی (السنۃ) برقم (۹۱۴)، وعبداللہ ابن الامام احمد فی (السنۃ) برقم (۱۴۸۷)۔

حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[1] (آخری زمانے میں ایسی قوم نکلے گی جو کم سن و کم عقل ہو گی، بظاہر تو سب سے اچھی بات کریں گے[2]، لیکن ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا[3]، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، تم جہاں کہیں بھی ان کو پاؤ قتل کر دو، کیونکہ جو بھی انہیں قتل کرے گا بروز قیامت اسے اس قتل کرنے پر اجر ملے گا)

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ خوارج اور ان کی علامات[4] سے متعلق حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "قتلهم ليدفع شرهم عن المسلمين" (مسلمانوں سے ان کے شر کو دور کرنے کے لیے قتل کیا گیا یا قتل کیا جائے)۔

ہر دور کے مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ اگر اس خبیث و گندے مذہب کا وجود موجود ہو تو اس کا سب سے پہلے دعوت کے ذریعہ علاج کیا جائے اور لوگوں کو اس سے متعلق علم و آگاہی دی جائے۔ لیکن اگر وہ پھر بھی نامانیں تو ان کے شر کو دور کرنے کے لیے ان سے قتال کیا جائے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو حبر الامۃ (امت کے بڑے عالم) و ترجمان القرآن ہیں کو ان خوارج کے پاس بھیجا۔ پس انہوں نے ان سے مناظرہ فرمایا جس کے نتیجے میں ان میں سے چھ ہزار تائب ہو کر واپس آ گئے لیکن ایک بڑی تعداد نے ان میں سے رجوع

---

[1] البخاری استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٣١)، مسلم الزكاة (١٠٦٦)، والنسائی تحريم الدم (٤١٠٢)، ابوداود السنة (٤٧٦٧)، احمد (١٣١/١)

[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یعنی قرآن کریم میں سے بات کیا کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے والی ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، اور جیسا کہ ان کا سب سے پہلا خروج "لا حکم الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی حاکم اعلیٰ نہیں) کے ذریعہ تھا جو کہ قرآن کریم ہی سے اخذ کیا گیا تھا مگر ان کے دین میں عدم فقہ کی وجہ سے اس کے غیر محل پر اسے محمول کیا گیا تھا۔ (ط ع)

[3] علی رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت جیسا کہ بخاری ١٠٦٦ وغیرہ میں ہے کہ "يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ" (وہ قرآن مجید پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا) شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے دو معنی ہیں اور دونوں صحیح ہیں ایک تو وہ قرآن مجید کے محض الفاظ پڑھتے ہوں گے اس کا صحیح معنی و مفہوم نہیں سمجھتے ہوں گے، دوسرا وہ اس کثرت سے عبادت و تلاوت قرآن کرتے ہوں گے گویا کہ وہ ان کے حلق سے نیچے ہی نہیں اترے گا یعنی اس تسلسل سے عمل کرتے ہوں گے۔ (ط ع)

[4] رواه احمد فی (المسند) (٣٣/٣)، وابنه فی (السنة) (١٥١٢)، قال: فحدثنی عشرون او بضع وعشرون من اصحاب رسول الله ﷺ ان عليا ولی قتلهم۔

نہیں کیا۔ پھر اس اتمام حجت کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر ان کے خلاف قتال فرمایا۔ تاکہ ان کے شر وایذارسانی کو مسلمانوں سے دور کیا جائے۔

یہ تھا فرقۂ خوارج اور ان کا مذہب۔

تیسرا فرقہ: الشیعة

الشیعة: وہ ہیں جو اہل بیت کے لیے تشیع اختیار کرتے ہیں۔

اور التشیع کا اصل معنی ہے: اتباع و مناصرت (پیروی کرنا نصرت وحمایت کرنا)

﴿وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ﴾ (الصآفات: ۸۳)

(اور ان کے گروہ میں سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے)

یعنی ان کے متبعین اور ان کے طریقے کے حمایتیوں میں سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے۔ کیونکہ جب اللہ تعالی نے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بیان فرمایا تو پھر اس کے بعد فرمایا کہ:

﴿وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ﴾ (الصآفات: ۸۳)

(اور ان کے گروہ میں سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے)

پس التشیع کا اصل معنی اتباع و مناصرت ہے۔ پھر بعد میں اس کا اطلاق اس (رافضی)[1] فرقے پر ہونے لگا جو اپنے گمان میں اہل بیت کی اتباع کرتے ہیں۔ اہل بیت سے مراد ان کے یہاں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد ہیں۔

---

[1] شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: رافضہ نام کی حقیقت یہ ہے کہ زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے دور خروج میں شیعہ زیدیہ اور رافضہ میں تقسیم ہوگئے۔ وہ اس طرح کے جب شیعہ نے زید سے سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان کے بارے میں رحمدلانہ بات کی، جس پر ایک گروہ نے "رفض" (انکار) کیا تو زید نے کہا "رفضتمونی" (تم نے مجھے رفض یعنی انکار کیا) لہذا ان کے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اچھے خیالات کا انکار کرنے والے رافضی کہلائے اور جنہوں نے انکار نہیں کیا وہ زیدی کہلائے۔ (ص 35ج- (1). منہاج السنة النبوية لابن تيمية) (طع)

اور یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت کی وصیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے کی گئی تھی۔ اور سیدنا ابو بکر، عمر و عثمان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا اور ان کا حق خلافت غصب کیا۔ وہ اس طرح سے کہتے ہیں۔

حالانکہ وہ اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع فرمایا تھا جن میں سے خود سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ جنہوں نے خود سیدنا ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی۔

اس کا معنی تو یہ ہے کہ یہ شیعہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ خائن قرار دینا چاہتے ہیں!۔

اس کے علاوہ وہ سوائے چند ایک کے تمام صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تو خصوصاً لعن طعن کرتے ہیں اور انہیں "صنمی قریش" (قریش کے دو بت) تک کا لقب دیتے ہیں۔

ان کے مذہب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آئمہ اہل بیت کے تعلق سے غلو کرتے ہیں اور انہیں شریعت سازی اور احکام کو منسوخ کرنے تک کا حق تفویض کرتے ہیں۔

اور قرآن کریم کے متعلق گمان کرتے ہیں کہ اس میں تحریف و نقص ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے آئمہ کو اللہ کے سوا اپنا رب تک بنالیا ہے اور ان کے قبروں پر مزار و قبے تعمیر کیے اور ان ہی کا طواف شروع کر دیا اور انہی کے نام کی نذر و نیاز شروع کر دی۔

اور یہ شیعہ بھی کئی ایک فرقوں میں مزید بٹتے گئے۔ بعض ان میں سے بعض سے گمراہی میں ہلکے ہیں۔ اور بعض بعض سے گمراہی میں بڑھ کر ہیں۔ ان میں سے زیدیہ ہیں اور رافضہ اثنی عشریہ بھی ہیں، اسی طرح سے الاسماعیلیہ، الفاطمیہ اور انہی میں سے القرامطہ اور بہت سے فرقے ہیں۔

یہی ہوتا ہے کہ جو بھی حق کو چھوڑتا ہے وہ مزید تفرقہ در تفرقہ کا شکار ہوتا رہتا ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرۃ: ۱۳۷)

(اگر یہ لوگ بھی اے صحابہ تم جیسا ایمان لے کر آئیں تو یہ ہدایت پا جائیں، اور اگر یہ منہ پھیریں تو یہ اختلاف در اختلاف میں پڑے رہیں گے، پس تمہیں تو ان کے مقابلے میں اللہ تعالی ہی کافی ہے، اور وہ سننے والا جاننے والا ہے)

جو حق کو چھوڑتے ہیں تو وہ باطل، کجروی اور تفرقہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتے بلکہ خسارہ ہی پاتے ہیں، العیاذ باللہ۔

اسی لیے شیعہ بہت سی ٹولیوں اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

اسی طرح سے قدریہ بھی۔۔

اور خوارج بھی کئی فرقوں جیسے الازارقہ، الحروریہ، النجدات، الصفریہ، الاباضیہ [1] ان میں سے کچھ بہت غالی ہیں اور کچھ ان سے کم ہیں۔

چوتھا فرقہ: الجهمية

الجہمیہ: اور تمہیں کیا معلوم کہ جہمیہ کون ہیں؟!!

الجہمیہ: نسبت ہے جہم بن صفوان کی طرف جس نے جعد بن درہم سے تعلیم حاصل کی اور اس جعد بن درہم نے طالوت کی شاگردگی اختیار کی اور اس طالوت نے لبید بن اعصم وہ یہودی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا سے تعلیم حاصل کی۔ پس یہ یہودیوں کے شاگرد ہیں اور جہمیہ کا مذہب آخر ہے کیا؟

جہمیہ کا مذہب: یہ لوگ اللہ تعالی کے لیے نہ کوئی اسم مانتے ہیں اور نہ ہی صفت۔ بلکہ ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالی اسماء وصفات سے عاری بس ایک ذات ہے۔ کیونکہ ان کے گمان کے مطابق اسماء وصفات کو

---

[1] شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الاباضیہ اب بھی عمان میں پائے جاتے ہیں بلکہ یہی ان کا سرکاری مذہب ہے، اور یہ کہتے تو ہیں کہ ہم خوارج نہیں مگر ان کے عقائد وہی خوارج والے ہیں۔ دیکھیں ہماری ترجمہ شدہ کتاب "فتنۂ تکفیر" ویب سائٹ منہج السلف ڈاٹ کام پر۔ (طع)

ماننے سے شرک لازم آتا ہے اور ایک سے زیادہ سے معبودات لازم آتے ہیں۔ یہ ان کا عجیب لعنتی شبہہ ہے۔

پھر ہم نہیں جانتے کہ آخر یہ اپنے بارے میں کیا کہتے ہوں گے؟ کیونکہ یہ خود ایک انسان ذات ہوتے ہوئے اپنے آپ کو تو عالم بھی کہتے ہیں، مالدار بھی، صانع اور تاجر بھی، یعنی ایک ہی شخصیت کی اتنی صفات خود اپنے لیے تو مانتے ہیں۔ تو کیا اس سے ایک سے زیادہ شخصیات لازم آتی ہیں؟

اس بات کا اگر عام عقل بھی انکار کرے تو تکبر کہلائے گا (چہ جائیکہ دینی علم رکھنے والے ایسی بات کریں!) کہ ایک سے زیادہ اسماء وصفات ہونا کبھی بھی ایک سے زیادہ معبودات ہونے کو لازم نہیں۔ اسی لیے تو ان سے پہلے مشرکین عرب نے بھی جب رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ کبھی یا رحمن تو کبھی یا رحیم پکار رہے ہیں تو کہا کہ: یہ نبی سمجھتا ہے کہ وہ صرف ایک معبود کی عبادت کرتا ہے حالانکہ وہ تو مختلف معبودات کو پکار رہا ہے کبھی رحمن تو کبھی رحیم۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ﴾ (الاسراء: ۱۱۰)

(آپ کہیں کہ چاہے اللہ پکارو یا رحمن پکارو، جس نام سے چاہے پکارو تو سارے اسماء حسنی اسی ہیں)[1]

پس اسماء تو بہت ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالی کے کمال وعظمت پر دلالت کرتے ہیں نا کہ متعدد معبودات پر جیسا کہ ان کا خیال ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالی کی عظمت اور اس کے کمال پر دلالت کناں ہیں۔

البتہ کسی ذات کا صفات سے عاری وجود ہونا محال ہے یہ تو عدم ہوا۔ یہ بالکل محال ہے کہ کوئی ذات ہو اور اس کی صفات نہ ہو کیونکہ کم سے کم وجود کی صفت تو ہوگی اس کی! ان کے شبہات میں سے ہے کہ اللہ تعالی کی صفات ماننے سے مخلوقات کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے، کیونکہ ایسی ہی صفات تو مخلوقات میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اور یہ ایک باطل قول ہے کیونکہ خالق کی صفات اس کی شایان شان ہیں اور مخلوق کی صفات ان کے لائق ہیں، ان میں کوئی مشابہت نہیں پائی جاتی۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۳-٦۹ تفسیر آیت ۱۱۰ الاسراء۔

جہمیہ نے اپنی اسماء وصفات میں پائی جانے والی ان گمراہیوں کے ساتھ تقدیر کے معاملے میں جبر کی گمراہی بھی اپنالی۔ کیونکہ جہمیہ کہتے ہیں: بندے کی کوئی مشیئت وارادہ نہیں، اس کا کچھ اختیار نہیں، بلکہ وہ اپنے افعال کرنے پر مجبور ہے۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ اگر اس کو گناہ کرنے پر سزا دی گئی تو وہ مظلوم ہوگا، کیونکہ وہ اس کا آزاد فعل نہیں تھا بلکہ اسے اللہ تعالی نے اس پر مجبور کیا تھا۔ تعالی اللہ عن ذلك (اللہ اس ظلم سے پاک اور بلند ہے)۔

لہذا انہوں نے جبر اور قدر دونوں کو اسماء وصفات میں تجہم کے ساتھ جمع کر دیا اور اس پر مزید ارجاء کے قول کا بھی اضافہ کر دیا، اور یہی بس نہیں اس پر خلق قرآن (یعنی قرآن کریم اللہ کی صفت کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے) کا قول بھی شامل کر دیا گویا ایک کے اوپر ایک ظلمت واندھیرا۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جيم وجيم ثم جيم معهما   مقرونة مع احرف بوزان

جبر وارجاء وجيم تجهم   متامل الجموع في الميزان

فاحكم بطالعها لمن حصلت له   بخلاصه من ربقة الايمان[1]

(جیم اور جیم پھر ان کے ساتھ تیسرا جیم   جو وزن میں یکساں حروف ہیں
جبر اور ارجاء اور تجہم   پس اس مجموعہ کو میزان میں تولو اور غور کرو
اس کے ذریعہ ان پر وہ حکم لگادو   جو ایمان کا پٹہ گلے سے اتار پھینکنے کے نتیجے میں لگتا ہے)

یعنی انہوں نے جبر اور تجہم اور ارجاء کے تین جیموں کو جمع کر دیا اور چوتھا جیم ان کا نتیجہ جہنم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جہمیہ کا مذہب ہے جو کہ اسماء وصفات کے انکار کرنے کے سبب سے مشہور ہے۔ پھر اس سے دیگر فرقے جیسے معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ پیدا ہوئے۔

---

[1] نونية ابن القيم ص ۱۱۵۔

المعتزلة

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کو مانتے ہیں لیکن صفات کے منکر ہیں، بس وہ مجرد یعنی صفت سے عاری اسم مانتے ہیں۔ اسماء الٰہی مجرد الفاظ ہیں کہ جن کا نہ کوئی معنی ہے اور نہ صفت۔

انہیں معتزلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے امام واصل بن عطاء مشہور جلیل القدر تابعی امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہوا کرتے تھے۔ جب اس نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کبیرہ گناہ کے مرتکب کے حکم کے بارے میں پوچھا؟ تو آپ نے اہل سنت والجماعت کا جو قول ہے وہی فرمایا: "انه مؤمن ناقص الايمان، مؤمن بايمانه فاسق بكبيرته" (وہ ناقص الایمان مومن ہے، اپنے ایمان کی وجہ سے مومن ہے اور کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے)۔

مگر واصل بن عطاء اپنے شیخ کے اس جواب سے راضی نہ ہوا تو اس نے اعتزال (کنارہ کشی) اختیار کرلی اور کہا: نہیں، میں ایسے کبیرہ گناہ کے مرتکب کو نہ مومن سمجھتا ہوں اور نہ کافر بلکہ وہ تو منزل بین المنزلتین (دو منزلوں کے درمیان ایک منزل) پر ہے۔

پس اس نے اپنے شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ چھوڑ کر مسجد کے ایک کونے میں جگہ اختیار کرلی اور آہستہ آہستہ اوباش قسم کے لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے اور اس کے قول کے قائل ہوگئے۔ یہی حال ہوتا ہے گمراہی کے داعیان کا ہر دور میں کہ لازمی طور پر بہت سے لوگ ان کی طرف لپکے جاتے ہیں، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمتیں پنہاں ہیں۔

انہوں نے حسن جو کہ اہل سنت کے امام اور شیخ تھے کی مجلس جو کہ خیر وعلم کی مجلس تھی کو چھوڑ کر اس گمراہ اور گمراہ گر معتزلی واصل بن عطاء کی مجلس اختیار کی۔

اس کے مشابہ بہت سے لوگ ہمارے اس زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں جو علماء اہل سنت والجماعت کی مجلس چھوڑ کر منحرف فکر کے مفکرین کی مجالس کو اختیار کر لیتے ہیں۔ پس آپ انہیں پائی گے کہ انہی کی کیسٹوں اور کتابوں کی شدید حرص کرتے ہیں اور انہی پر قناعت کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر آپ ان سے کہیں کہ اس میں ایسی باتیں ہیں جو عقیدۂ اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین کے خلاف ہے جیسے خلق قرآن، یا تاویل صفات باری تعالیٰ، یا پھر حکمرانوں کے خلاف لوگوں کو ابھارنا وغیرہ۔ تو وہ کہتے ہیں کہ:

یہ تو معمولی سے غلطیاں ہیں جو اس کتاب کی قرأت اور اس کی تقاریر سننے میں کوئی مانع نہیں، حالانکہ ہمارے سلف وخلف علماء کی کتب میں وہ کچھ ہے جو ان کی کتابیں پڑھنے سے ہمیں مستغنی کردیتا ہے۔ تو جو کوئی ان کی بات سنتا ہے اسے وہ اس طرح سے گمراہ کرتے ہیں۔۔۔

﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ﴾
(النحل: ۲۵)

(تاکہ یہ لوگ اپنے کامل بوجھ بھی بروز قیامت اٹھائیں اور ان کے بھی جنہیں بغیر علم کے انہوں نے گمراہ کیا، کتنا ہی برا بوجھ ہے جو وہ اپنے سر لے رہے ہیں)

کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ ہمارے سلف صالحین تو اس سے بھی بائیکاٹ کر جایا کرتے تھے جو صرف ایک بدعت میں مبتلا ہوتا یا پھر صرف ایک صفت الٰہی کی تاویل کرتا؟

دیکھیں یہ امام عبدالوہاب بن عبدالحکم الوراق رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اصحاب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہیں ان سے ابو ثور کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: (میں اس کے بارے میں وہی مؤقف رکھتا ہوں جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ابو ثور اور جو اس کے قول کا قائل ہو ان سب سے بائیکاٹ کیا جائے)۔

یہ صرف اس لیے کہ اس نے صورت الٰہی سے متعلق جو حدیث ہے اس کی ایسی تاویل کی جو سلف کے قول کے خلاف تھی۔

جب اس کا یہ حال ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس کی غلطیوں کو بیان کرنے کے لیے کتابیں در کتابیں بھر دی جاتی ہیں؟؟!

اس کے باوجود آپ ان میں سے بعض کو یہ کہتا ہوا پائیں گے کہ: یہ تو معمولی سے غلطیاں ہیں جو اس کی کتب پڑھنے میں مانع نہیں!!۔فلاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

پس یہ لوگ اس وقت سے معتزلہ کے نام سے پہچانے جانے لگے کیونکہ انہوں نے اہل سنت والجماعت سے اعتزال (دوری) اختیار کی۔ انہوں نے اللہ تعالی کی صفات کا انکار کیا اور اسماء کو صفات سے عاری محض بے صفت کا نام ثابت کیا۔ اور مرتکب کبیرہ گناہ کے بارے میں آخرت کے تعلق سے وہی خوارج کے قول کے قائل ہوگئے کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہے گا لیکن دنیا کے معاملے میں

خوارج سے تھوڑا اختلاف کیا اور کہا کہ وہ دو منزلوں کے مابین ایک منزل میں ہے یعنی نہ مومن ہے نہ کافر۔ جبکہ خوارج اسے سیدھا کافر کہتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا کوئی یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ انسان نہ مومن ہو اور نہ ہی کافر؟!۔

اللہ تعالی تو فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (التغابن: ۲)

(اسی اللہ تعالی نے تمہیں پیدا کیا پس تم میں سے کوئی کافر ہے تو کوئی مومن)

یہ نہیں فرمایا کہ تم میں سے کوئی المنزلة بين المنزلتين (دو منزلوں کے مابین کسی منزل) پر ہے، لیکن کیا یہ لوگ کچھ فقہ و فہم رکھتے بھی ہیں؟؟۔

پھر اس معتزلہ مذہب سے اشاعرہ مذہب پیدا ہوا۔

الاشاعرة

اور اشاعرہ کی نسبت امام ابو الحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔

امام ابو الحسن الاشعری پہلے معتزلی تھے پھر اللہ تعالی نے ان پر کرم فرمایا اور انہیں معتزلی مذہب کا باطل ہونا معلوم ہو گیا۔ پس وہ جمعہ کے دن مسجد میں کھڑے ہوئے اور معتزلی مذہب سے اپنی برات کا اعلان فرمایا اور اپنے پہنا ہوا کپڑا اتار دیا اور کہا: (میں نے معتزلی مذہب کو اسی طرح سے اپنے سے اتار پھینکا ہے جیسے یہ کپڑا اتار دیا ہے)[1]۔ لیکن اسے چھوڑ کر انہوں نے کلابیہ کے مذہب کو اپنا لیا جو عبداللہ بن سعید بن کلاب کے متبعین ہیں۔

---

[1] شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ آجکل بہت سے لوگ فلاں فلاں عالم یا داعیان کے لیے دعوی کرتے ہیں اور ان کا دفاع کرتے ہیں کہ انہوں نے فلاں باطل قول، منہج یا عقیدے سے رجوع کر لیا ہے لیکن وہ اپنے پرانے عقیدے کے باطل ہونے اور اپنی توبہ و صحیح عقیدے کا علی الاعلان اقرار نہیں کرتے کہ لوگوں پر بھی ان کا رجوع و توبہ ظاہر ہو تا کہ کوئی گمراہی میں نہ رہے اور حجت تمام ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا بھی فرمان ہے: "إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" (البقرة: ۱۶۰) (سوائے (جاری ہے---)

اور یہ عبداللہ بن سعید بن کلاب محض سات صفات الٰہی کو مانتا تھا اور ان کے علاوہ تمام کی نفی کرتا تھا اور کہتا تھا: (کیونکہ عقل ان سات صفات کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کرتی، اور وہ یہ ہیں: ۱- العلم (علم)، ۲- القدرۃ (قدرت)، ۳- الارادۃ (ارادہ)، ۴- الحیاۃ (زندگی)، ۵- السمع (سننا)، ۶- البصر (دیکھنا)، ۷-الکلام (کلام کرنا)) اور کہا کہ: (یہ وہ صفات ہیں جنہیں ہماری عقل مانتی ہے اور ان پر دلالت کرتی ہے، اس کے علاوہ جن صفات پر ہماری عقل دلالت نہیں کرتی تو وہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں)

پھر مزید اللہ تعالی نے امام ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ پر کرم فرمایا اور انہوں نے کلابیہ کا مذہب بھی چھوڑ دیا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی جانب رجوع کیا اور فرمایا: (میں وہی کہتا ہوں جو امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے عرش پر مستوی (بلند) ہے، اور اس کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے (جیسا کہ اس کی شایان شان ہے)) یہ بات انہوں نے اپنی کتاب "الابانۃ عن اصول الدیانۃ" میں ذکر فرمائی۔ اور اپنی دوسری کتاب "مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین"[1] میں فرمایا: (میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہوں)۔ اگرچہ کچھ مخالفات پھر بھی ان کے یہاں باقی رہ گئی تھیں۔

لیکن ان کے متبعین کلابیہ کے مذہب پر باقی رہے اور آج بھی غالب اکثریت جو ان کی طرف نسبت کرکے اشعری کہلاتے ہیں وہ ان کے قدیم مذہب کلابیہ پر عمل پیرا ہیں۔

چونکہ امام ابوالحسن مذہب اہل سنت والجماعت کی جناب رجوع فرما چکے تھے لہذا ان کی جانب اب یہ نسبت کیے رکھنا ان پر ظلم ہے۔ بلکہ صواب قول یہ ہے کہ یہ کہا جائے: ہم اشعری نہیں بلکہ کلابیہ کے مذہب پر ہیں کیونکہ امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ تو ان باتوں سے رجوع فرما چکے تھے۔ اور اس بارے میں اپنی کتاب "الابانۃ عن اصول الدیانۃ" تک لکھی جس میں صراحتاً اپنے رجوع کا اور اہل سنت والجماعت سے اور

ان کے جو توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں اور حق بات سب کو بیان کردیں، تو ایسوں کی میں توبہ قبول کرتا ہوں، اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہوں) جس کی مثالوں میں سے امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بھی ہے۔ (طع)

[1] بعض اشعری مذہب والوں کا ان کتابوں کی نسبت امام اشعری کی جانب ہونے کا انکار کرنا محض تکبر ہے۔ (طع)

خصوصاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے تمسک کا اعلان فرمایا۔ اگرچہ پھر بھی کچھ مخالفات ان کے یہاں باقی رہ گئی تھیں جیسے کلام اللہ کے بارے میں کہتے ہیں: (وہ معنی نفسی ہے جو ذات کے ساتھ قائم ہے جبکہ قرآن کریم تو کلام اللہ سے محض حکایت یا عبارت ہے نہ کہ وہ خود کلام اللہ ہے)[1]۔

---

[1] شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ شرح لمعۃ الاعتقاد میں فرماتے ہیں کہ: (اللہ تعالی کے لیے صفت "الکلام" کے ثابت ہونے پر سلف صالحین کا اجماع ہے، لہذا اللہ تعالی کے لیے صفت کلام کو بلا تحریف، بلا تعطیل (انکار)، بلا تکییف (کیفیت بیان کیے) اور بلا تمثیل (مثال بیان کیے) ثابت کرنا ضروری ہے، اور وہ حقیقی کلام ہے، بالکل ویسا جیسا اس کی ذات کے لائق ہے اور اس کا کلام فرمانا اس کی مشیئت (ارادے) کے تابع ہے اور وہ حروف اور سنی جانے والی آوازوں کے ساتھ کلام فرماتا ہے۔۔۔) پھر شیخ جہمیہ جو صفت کلام کے انکاری ہے کا رد فرماتے ہیں۔۔اس کے بعد اہل سنت والجماعت کے صفات کلام کے تعلق سے دوسرے مخالف اشاعرہ کا عقیدہ بیان کرکے اس کا رد فرماتے ہیں کہ: (اشعریہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کا کلام فرمانا اس کی ایک صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے لیکن اس کی مشیئت سے متعلق نہیں ہے، اور یہ سنے جانے والے حروف واصوات (آوازیں) اللہ تعالی کی مخلوق ہیں جو اس نے اپنی صفت کلام جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے کی محض تعبیر کے لیے پیدا فرمائے ہیں۔ ہم ان کے اس نظریہ کی درج ذیل وجوہ سے تردید کرتے ہیں۔

۱- یہ نظریہ اجماع سلف کے خلاف ہے۔

۲- یہ نظریہ مذکورہ دلائل کے برخلاف ہے، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کا کلام سنائی دینے والی چیز ہے۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ سنائی آواز ہی دیتی ہے نہ کہ وہ معنی جو قائم بذاتہ ہے۔

۳- یہ نظریہ عرف عام کے بھی خلاف ہے، کیونکہ عرف عام میں کلام اس چیز کو کہا جاتا ہے جو متکلم بولتا ہے نہ کہ اس چیز کو جو وہ اپنے دل میں چھپاتا ہے۔

کلام اللہ کے حروف ہونے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: "يَا مُوسَى، إِنِّي أَنَا رَبُّكَ" (طہ: ۱۱-۱۲) (اے موسی بے شک میں ہی تیرا رب ہوں) اس آیت میں "إِنِّي أَنَا رَبُّكَ" حروف کا مرکب ہے اور یہی اللہ تعالی کا کلام ہے۔

کلام اللہ کے صوت (آواز) ہونے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: "وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا" (مریم: ۵۲) (ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور راز گوئی کرتے ہوئے اسے قریب کرلیا) نداء (آواز دینا) اور مناجات (سرگوشی کرنا) بغیر آواز کے ممکن نہیں۔ نیز عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يَحْشُرُ اللهُ الْعِبَادَ فَيُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الدَّيَّانُ" (امام بخاری نے صحیح بخاری میں دو مقامات پر اسے تعلیقاً ذکر فرمایا ہے اور شیخ البانی نے تخریج السنۃ (۵۱۴) میں اسے صحیح فرمایا ہے) (اللہ تعالی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا پھر ان سب کو آواز سے پکارے گا، جسے دور وقریب والے یکساں طور پر سنیں گے: میں بادشاہ ہوں، میں ہی بدلہ دینے والا ہوں) اس کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کلام الہی سے متعلق اور بھی سلفی قواعد بیان فرمائے ہیں دیکھیں ص ۸۹ کے بعد سے شرح لمعۃ الاعتقاد اردو ترجمہ بعنوان عقائد سلف صالحین۔ (ط ع)

یہ تھا مذہب اشاعرہ[1] جو مذہب معتزلہ سے نکلا تھا۔
اور مذہب معتزلہ مذہب جہمیہ سے نکلا تھا۔
اس کے بعد اس کی اور بھی فروعات نکلتی گئیں جن سب کی اصل جڑ یہی مذہب جہمیہ ہے۔
چناچہ تقریباً یہی تمام فرقوں کے اصول یا جڑ ہیں جو بالترتیب مندرجہ ذیل ہیں:

۱-القدریہ
۲-الشیعہ
۳-الخوارج
۴-الجہمیہ۔

یہ ہیں تمام پیدا ہونے والے فرقوں کی اصل جڑیں۔
اس کے بعد یہ مزید فرقہ در فرقہ تقسیم ہوتے گئے اور اتنے فرقے بن گئے کہ جنہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اور فرقوں کے بارے میں باقاعدہ کتب تصنیف کی گئیں جیسے:

کتاب: "الفرق بین الفِرَق" للبغدادی۔
کتاب: "الملل والنحل" لعبدالکریم الشھرستانی۔
کتاب: "الفصل فی الملل والنحل" لابن حزم۔

---

[1] الماتریدیہ جو کہ امام ابوالحسن ماتریدی کے پیروکار ہیں ان کے بھی تقریباًوہی عقائد ہیں جو اشاعرہ کے ہیں سوائے کچھ معمولی فرق کے۔ دکتور الشمس السلفی الافغانی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب "الماتریدیۃ" جو کہ مدینہ یونیورسٹی میں آپ کا ماسٹرز کا رسالہ تھا اور جو تین بڑی مجلدات پر مبنی ہے میں پورا ایک باب اشعریہ وماتریدیہ میں فرق کے بارے میں مختص فرمایا ہے،اس کی ابتداء میں فرماتے ہیں کہ: آئمہ اسلام کی شہادتوں سے ہم اس بات پر پہنچتے ہیں کہ اشعری وماتریدی دراصل اہل قبلہ میں سے ایک ہی فرقہ ہیں جو اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں،ان کے درمیان بہت معمولی سا فرق ہے اس میں سے بھی غالب اختلاف تو محض لفظی ہے ناکہ حقیقی۔ جیسے فقہی مذہب کے اعتبار سے اشاعرہ شافعی ہوتے ہیں اور ماتریدیہ حنفی۔ جغرافیائی اعتبار سے حنیفہ کی جہاں جہاں حکومت ہوئی وہاں ان کا مذہب عام ہے جیسے ہندوستان اور اس کے قرب وجوار کے ممالک جیسے چین، بنگلہ دیش، پاکستان وافغانستان،اسی طرح سے ترکی،روم،فارس اور ماوراءالنہر مراکش وغیرہ میں۔ جبکہ اشاعرہ عراق، شام، مصر، مغرب میں۔اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے ان کے نظریاتی اختلاف کا ذکر کیا ہے جن کی تعداد مختلف علماء نے مختلف بتائی ہے آپ نے تیرہ کی تعداد کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے چھ معنوی ہیں اور سات لفظی۔ تفصیل کے لیے دیکھیں(الماتریدیہ ج۱ص۴۴۸) (طع)

کتاب: "مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین" لابی الحسن الاشعری۔

یہ تمام کتابیں فرقوں کے بیان ان کی شاخیں، تعداد، اختلاف وترقی کے مراحل وغیرہ کے بیان کے بارے میں ہیں۔

اور آج تک ہمارے زمانے میں بھی یہ فرقے مزید فرقے در فرقے بنتے جارہے ہیں اور بڑھتے جارہے ہیں، جن سے مزید مذاہب پھوٹتے جارہے ہیں، اور نئے نئے جدید افکار وخیالات اسی اصل فرقے سے پیدا ہوتی جارہے ہیں۔ اور حق پر تاقیام قیامت ہر زمان ومکان میں سوائے اہل سنت والجماعت کے اور کوئی باقی نہیں رہے گا، جیساکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ''[1] (میری امت کا ایک چھوٹا سا گروہ حق پر قائم رہے گا، ان کا ساتھ چھوڑنے والا یا ان کی مخالفت کرنے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالی کا حکم (قیامت) آجائے اور یہ گروہ اسی حق پر قائم ہوگا)

اہل سنت والجماعت

الحمد للہ اہل سنت والجماعت القدریۃ النفاۃ کی مخالفت کرتے ہیں پس وہ تقدیر پر ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ یہ ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک ہے۔ اور اس کائنات میں اللہ تعالی کی قضاء وقدر کے بغیر کوئی چیز نہیں ہوتی، کیونکہ وہی الخلّاق، الرب، المالک، المتصرف ہے:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (٦٢) لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

(الزمر: ۶۲-۶۳)

(اللہ تعالی ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کارساز ہے، اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں)

اس کائنات میں کوئی اللہ تعالی کی مشیئت، ارادے، قدرت اور تقدیر کے بغیر تصرف نہیں کرسکتا۔

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

اللہ تعالی کا علم کہ جو ہوا اور جو ہو گا ازل سے ہے پھر اسے لوح محفوظ میں لکھا گیا، پھر اس سبحانہ و تعالی نے چاہا اور ایجاد کیا اور تخلیق فرمایا۔

مگر ہاں بندے کی بھی مشئیت، کسب و اختیار ہے۔ ایسا نہیں کہ اس کے تمام ارادے و اختیار ہی سلب کر لیے گئے ہیں اور وہ اپنے افعال کرنے پر مجبور ہے جیسا کہ الجبرية الغلاة کہتے ہیں، لہذا اہل سنت ان کی بھی اس بات میں مخالفت کرتے ہیں۔

اسی طرح سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کا مذہب ہے کہ وہ تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں خواہ اہل بیت میں سے ہوں یا ان کے علاوہ، وہ تمام صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں چاہے مہاجرین ہوں یا انصار اور جنہوں نے بطور احسن ان کی اتباع کی، اور اس بارے میں اللہ تعالی کے اس قول کی تابعداری کرتے ہیں کہ:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ (الحشر: ۱۰)

(اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان کی حالت میں ہم سے پہلے گزر چکے ہیں، اور ایمان والوں کے بارے میں ہمارے دل میں کسی بھی قسم کا کینہ نہ باقی رکھ)

لہذا اس طور پر وہ شیعہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ صحابہ کرام میں تفریق کرتے ہیں کہ بعض سے تو محبت کرتے ہیں اور بعض سے دشمنی۔ لیکن اہل سنت والجماعت تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دوستی رکھتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں۔ البتہ صحابہ میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ ان میں سے سب سے افضل خلفاء راشدین ہیں پھر باقی عشرہ مبشرہ میں سے پھر مہاجرین انصار سے افضل ہیں، اسی طرح سے بدری صحابہ اور بیعت رضوان والوں کو خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ اور ان سب کے مختلف فضائل ہیں رضی اللہ عنہم۔

اسی طرح سے اہل سنت والجماعت حکمرانوں کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں خوارج کے برخلاف وہ اپنے والیان امر (حاکم، امیر، وزیر، خلیفہ، سلطان، بادشاہ) کی سماعت واطاعت کا

عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے، اگرچہ اس سے کوئی غلطی ہی کیوں نہ سرزد ہوتی ہو جب تک وہ کفر وشرک سے کم تر ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حکمرانوں کے خلاف محض معاصی وگناہوں کے بنیاد پر خروج کرنے سے منع فرمایا ہے: "إِلا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ فِيهِ مِنَ اللهِ بُرْهَانٌ"[1] (الا یہ کہ تم کوئی کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے واضح دلیل ہو)

اسی طرح سے وہ جہمیہ اور ان سے نکلنے والے دیگر اسماء وصفات الٰہیہ کے باب میں گمراہ فرقوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ پس وہ ہر اس صفت پر ایمان لاتے ہیں جس سے خود اللہ تعالی نے اپنے آپ کو یا اس کے نبی ﷺ نے اسے موصوف فرمایا ہے، اور اس بارے میں کتاب وسنت کی بلا تشبیہ، بلا تمثیل، بلا تحریف وتعطیل پیروی کرتے ہیں، اللہ تعالی کے اس فرمان کے بموجب:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوری: ۱۱)

(اس (اللہ) جیسی کوئی چیز نہیں، اور وہ سنتا اور دیکھتا ہے)

چناچہ اہل سنت والجماعت تمام ابواب اور تمام مسائل میں پورے کے پورے حق کو جمع کرنے والے ہیں۔ اور ہر اس گمراہی کے مخالف ہیں جن پر گمراہ فرقے اور باطل گروہ گامزن ہیں۔

اب جو کوئی اپنی نجات کا واقعی خواستگار ہے تو اس کے سامنے یہ جماعت برحق اہل سنت والجماعت موجود ہے۔

اور عبادت کے باب میں بھی اہل سنت والجماعت اللہ تعالی کی عبادت اس کی بتائی ہوئی شریعت کے مطابق کرتے ہیں برخلاف صوفیوں، بدعتیوں اور خرافیوں کے جو اپنی عبادتوں وریاضتوں میں کتاب

---

[1] البخاری الفتن ٦٦٤٧، مسلم الامارة ١٧٠٩، جزء من حديث عبادة بن الصامت ولفظ: "دعانا رسول الله ﷺ فبايعناه، فقال فيما اخذ علينا، ان بايعنا على السمع... " (ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بلایا پس ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی۔ جو بیعت آپ ﷺ نے ہم سے لی وہ یہ تھی کہ ہم (حکمرانوں کی) سنیں اور اطاعت کریں خواہ چستی کی حالت میں ہوں یا دل نہ چاہنے کی، اور چاہے ہم مشکل حالات میں ہوں یا آسانی میں، (بلکہ) اگرچہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے (پھر بھی ہم سمع واطاعت کریں گے اور) حکومت والوں سے ان کے منصب کے بارے میں نہیں جھگڑیں گے الا یہ کہ تم کوئی کھلم کھلا کفران کی طرف سے خود دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے واضح دلیل بھی ہو)۔ (رواه البخاری (٨/٨٧، ٨٨)، وسلم (٣/١٤٧٠) برقم (٤٢)۔

وسنت کے پابند نہیں، بلکہ اس بارے میں وہ اسی رسم الخط کی اندھی پیروی کرتے ہیں جو ان کے طرق وسلاسل کے مشائخ وپیر حضرات اور گمراہ کن آئمہ ضلالت ان کے لیے مقرر کردیتے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ اپنے کرم وفضل سے مجھے اور آپ کو بھی اہل سنت والجماعت میں شامل فرمادے۔ اور ہمارے لیے حق کو بطور حق ظاہر کرکے اس کی اتباع کی توفیق دے اور باطل کو بطور باطل ظاہر کرکے اس سے اجتناب کی توفیق دے۔ بے شک وہ سننے والا اور دعائوں کو قبول کرنے والا ہے۔

میری یہی کچھ گزارشات تھیں۔۔۔وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ۔

درس کے آخر میں ہونے والے سوال وجواب

دین میں غلو کرنا ہی فرقوں کے انحراف کا اہم سبب ہے

سوال ۱: یقیناً اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، تو کیا ان فرقوں کے اہل سنت والجماعت کے طریقے سے ہٹ کر گمراہ ہونے کا سبب دین میں غلو کرنا ہے؟ اور اس کی مثالیں ان فرقوں میں سے دیجئے؟

جواب: خوارج کو دیکھ لیجئے ان کا انحراف کا سبب دین میں غلو کرنا ہی تھا۔ کیونکہ انہوں نے عبادت میں بلاہدایت وبصیرت کے شدت اختیار کی۔ اور لوگوں پر بلابصیرت کفر کا فتوی لگایا محض اس لیے کیونکہ انہوں نے ان کے مذہب کی پیروی نہیں کی۔

بلاشبہ دین میں غلو کرنا ہی اس مصیبت وبلاء کی اساس ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾ (المائدۃ: ۷۷)

(کہو اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو)

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ''[1] (تم غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلوں کو اس غلو نے ہی ہلاک و برباد کیا تھا) اور کسی بھی چیز میں غلو کا مطلب ہے مطلوبہ حد سے تجاوز کر جانا: "وکل شیء تجاوز حده انقلب الی ضده" (اور کوئی بھی چیز جب اپنی حد پھلانگ جاتی ہے تو وہ اپنی ضد کی طرف پلٹ جاتی ہے)

ہم پاتے ہیں کہ اللہ تعالی کی صفات کو معطل قرار دینے والے معطلہ کے انحراف کا سبب اللہ تعالی کی تنزیہ (پاک قرار دینے) میں غلو تھا (کہ اللہ تعالی کو اس کی شایان شان صفات سے بھی محض مخلوق سے تشبیہ کے خود ساختہ گمان کی وجہ سے پاک قرار دیتے ہوئے تمام صفات کا انکار کر دیا)۔ اور ممثلہ و مشبہہ (جو اللہ تعالی کی مخلوق سے تشبیہ کرتے ہیں) کے انحراف کا سبب صفات الہیہ کے اثبات میں غلو تھا (کہ معطلہ کے برعکس انکار کے بجائے صفات کو ثابت کرنے میں غلو کرتے ہوئے اسے مخلوق کے مشابہ قرار دیا)۔

پس غلو کسی بھی معاملے میں مصیبت و وبال ہے اور وسط (میانہ روی) واعتدال تمام امور میں خیر ہے۔

بلاشبہ غلو کا اپنی شدت یا کمی کے اعتبار سے مختلف فرقوں کی حق سے گمراہی میں بڑا کردار ہے۔

حدیث: میری یہ امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سے متعلق سوال

سوال ۲: فضیلۃ الشیخ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً''[2] (میری یہ امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی) کیا یہ عدد محصور ہیں یا نہیں؟

جواب: یہ حصر کے لیے نہیں ہے، کیونکہ فرقے تو بہت زیادہ ہیں، اگر آپ فرقوں سے متعلق کتب کا مطالعہ کریں گے تو اس سے کئی زیادہ فرقے پائیں گے۔ لیکن واللہ اعلم یہ تہتر فرقے دیگر فرقوں کی اصل اور بنیادیں ہیں پھر ان اصل فرقوں میں سے کافی سارے ذیلی فرقے پھوٹے ہیں۔

---

[1] النسائی مناسک الحج (۳۰۵۷)، اخرجہ الامام احمد (۲۱۵/۱، ۳۴۷)، والنسائی برقم (۲۶۸/۵، ۲۶۹)، وابن ماجہ برقم (۳۰۲۹)، وابن ابی عاصم (۹۸)، وابن خزیمۃ (۲۷۴/۴)، وابن الجارود فی (المنتقی) برقم (۴۷۳)، وابن حبان (۱۰۱۱)، والطبرانی فی (الکبیر) برقم (۱۲۷۴۷)، والحاکم (۴۶۶/۱)، والبیہقی (۱۲۷/۵)، وابو یعلی الموصلی (۳۱۶/۴، ۳۵۷) من حدیث ابن عباس۔

[2] حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

موجودہ دور میں اہل سنت والجماعت کی مخالف جو مختلف دینی جماعتیں ہیں وہ بھی تو انہیں اصل فرقوں کی فروعات اور شاخیں ہی ہیں۔

فرقۂ ناجیہ (نجات پانے والا فرقہ) اور طائفہ منصورہ (اللہ تعالی کا مدد یافتہ گروہ) میں فرق

سوال ۳: کیا فرقۂ ناجیہ اور طائفہ منصورہ میں فرق ہے؟

جواب: کبھی نہیں، فرقۂ ناجیہ ہی منصورہ (اللہ تعالی کا مدد یافتہ) ہے۔ ناجیہ ہو نہیں سکتا جب تک منصورہ نہ ہو اور منصورہ ہو نہیں سکتا جب تک ناجیہ نہ ہو (فرقہ ناجیہ اور منصورہ ایک ہی جماعت ہے)۔ یہ ان کے اوصاف ہیں "اہل سنت والجماعت"، "فرقۂ ناجیہ" اور "طائفہ منصورہ"۔

جو شخص ان صفات میں فرق کرنا چاہتا ہے کہ بعض کو اس صفت سے موصوف کرتا ہے اور بعض کو دوسری سے، ایسا شخص دراصل اہل سنت والجماعت میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے، اس طور پر کہ بعض کو وہ فرقۂ ناجیہ میں شمار کرتا ہے اور بعض کو طائفہ منصورہ میں۔

اور یہ واضح غلطی ہے کیونکہ یہ تو جماعت واحدہ (ایک جماعت) ہے جس میں تمام صفات کمال ومدح جمع ہو جاتی ہیں اور یہ اہل سنت والجماعت ہیں، یہی فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہیں۔ اور یہی "الباقون علی الحق الی قیام الساعة" (تا قیام قیامت حق پر قائم رہنے والے) ہیں، اور یہی "الغرباء فی آخر الزمان" (آخری دور میں غرباء واجنبی) ہیں۔

(المحاضرات فی العقیدۃ والدعوۃ، المحاضرہ رقم ۴۷ جلد دوم)